

# تمسکات میں سرمایہ کاری اور اس کی شرعی حیثیت

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

## Investment in Securities and Shar‘ah view

(A descriptive and analytical study)

ڈاکٹر محمد الیاس \*

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی \*\*

### ABSTRACT

Islam is a complete code of life which provides guidance in political, social and economic affairs. Economics deals with very important sphere of human life that involves struggle for survival. This struggle is always appreciated because Allah Almighty Himself motivates for it. The basic aim of this is to eradicate poverty and hunger and to bring happiness and satisfaction in society but the condition is that all the economic activities should be done within the limits of sharia. Otherwise the efforts of human beings in this world as well as hereafter will never be successful.

In contemporary economic trends, investment in securities is well known and popular. Government and private institutions issue bonds, shares, debentures etc to provide economic security to the people but in various types of securities Shar‘ah laws are not taken care of. Where, for a Muslim, injunctions of Shar‘ah are everything. There are tidings of rewards on obeying these injunctions and warning of punishment on their violation both in this world and hereafter.

Economic experts suggest to invest but People remain uncertain in these schemes. Regarding this objective, in this article few types of securities (Shares, Debentures and Prize Bonds) have been discussed in Shar‘ah perspectives and prize bonds were given special attention because of difference of opinion of scholars about it. Some alternate solutions which may provide an insight into Islamic fiscal monetary system have been provided at the end.

**Keywords:** Economic activities, Shar‘ah, Shares, Debentuers, Prize bonds.

\* اسٹنٹ پروفیسر، کلیئر اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

\*\* یونیورسٹی پر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف ماؤن لینگو بیجنگ، اسلام آباد

انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے، ضروریات زندگی سے اس کا واسطہ پڑا ہے جن کی تکمیل کیلئے اسے روپے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے اور آج کی جدید دنیا میں جہاں تمدن ترقی کی بلندیوں پر ہے، اچھے خاصے مال و دولت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ روٹی، کپڑے اور مکان کے بعد اچھی تعلیم اور صحت کی عمدہ سہولیات سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اس ضرورت کے پیش نظر ہر انسان اپنی طاقت بشری کے مطابق صحیح سے شام تک تگ دو دو کرتا ہے جو کہ بالکل بھی بری نہیں بشرطیکہ اس ذوق اور مزاج کے مطابق ہو جو کہ قرآن و سنت کی وساطت سے ہر مسلمان کو ملا ہے و گرنہ کم از کم اس دائرہ شریعت میں ہو جس کی بنیاد قرآن و سنت کے سنہری اصولوں پر ہے۔ تفسیر کائنات اور اس پر بنی جادوئی ترقی نے انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے جس سے تحریر العقول تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ میدان معیشت بھی ان سے خالی نہیں ہے۔ تجارت و کاروبار کے نت نئے طریقے ایجاد ہوئے ہیں جن کا گزشتہ زمانوں میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان میں سے ایک طریقہ تمسکات پر بنی معاشری سرگرمیوں کا بھی ہے۔ تمسکات کا عربی مترادف الاوراق المالیہ الاستثمار یہ ہے۔ دور حاضر میں اس سے مراد انویسٹمنٹ سیکورٹیز ہیں۔ ماہرین معاشریات ان کی تعریف کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

"A general term standing for a financial instrument. For example a stock is security, a bond is security, and so is a T-bill. Insofar as security means financial assets that are essentially money".<sup>(1)</sup>

ترجمہ: یہ زری آلات (تباہل) کی عمومی اصطلاح ہے مثال کے طور پر (کسی کمپنی کے شیئرز کے) اسٹاک کو سیکورٹی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بانڈ اور ٹی۔ بل کو بھی سیکورٹی کہا جاتا ہے۔ درج بالا تعریفات کے خلاصے کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد زری انشاہ جات ہیں۔

سرماہی کاری کی یہ دستاویزات جنہیں "سیکورٹیز" سے موسم کیا جاتا ہے، ڈیلر، بروکر، مالی و سلطی ادارے اور بعض اوقات بینک سے خریدی جاتی ہیں ہے اور اسٹاک ایچجنخ میں ان کی خرید و فروخت بآسانی ممکن ہوتی ہے۔<sup>(2)</sup>

سیکورٹیز کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

۱۔ شرکت اور ملکیت پر بنی سیکورٹیز مثلاً شیئرز وغیرہ

۲۔ قرض پر بنی سیکورٹیز مثلاً گورنمنٹ بانڈز، کارپوریٹ بانڈز، میونسل بانڈز، پرائز بانڈز، ڈینچرز، میوچل فنڈز وغیرہ۔

Jason Z.Wei,A Layman's Guide to Financial Terms,University of Totonto, (1)  
Scarborough, April,2014, p.85

www.Investopedia.com 03-04-2016, 10:11 pm (2)

زیر نظر مقالہ میں تمکات یا سکورٹیز کی تمام اقسام دائرہ بحث میں نہیں بلکہ صرف تین شیئرز، پرائز بانڈز اور ڈینچرز کا شرعی جائزہ مقصود ہے کہ سرمایہ کاری کے یہ طریقے شرع اسلام میں جائز ہیں یا نہیں اور کیا سرمایہ کاری کے ایسے طریقے (Modes) موجود ہیں جنہیں استعمال میں لاتے ہوئے خاطر خواہ نفع کی توقع کی جاسکتی ہے؟ ذیل میں اسی حوالے سے بحث کی جاتی ہے۔

### شیئرز: (Shares)

تمکات میں سرمایہ کاری کا ایک معروف طریقہ شیئرز کی خریداری ہے، جس میں کسی کمپنی کے بڑے سرمائے کو چھوٹے حصے میں تقسیم کر کے عوام الناس کو کو خریداری کی دعوت دی جاتی ہے، یہ شیئرز اگر ایسی کمپنی کے ہوں جو اسٹاک ایسچنچ میں رجسٹر ہو تو ان کی خرید و فروخت آسانی ممکن ہوتی ہے اور یہ قابل انتقال آلہ مبادلہ ہوتے ہیں بنیادی طور پر شیئرز کی تین اقسام ہیں:<sup>(۱)</sup>

۱۔ فیس ولیو (Face value) ۲۔ پریمیم (Premium) ۳۔ ڈسکاؤنٹ (Discount)

- ۱۔ فیس ولیو کے شیئرز سے مراد ایسے شیئرز ہیں جن کی خرید و فروخت اگلی قیمت اسمیہ پر ہوتی ہے مثال کے طور پر ۱۰۰ ا روپے کے شیئر کی ۱۰۰ کے بدالے میں خرید و فروخت۔
- ۲۔ پریمیم شیئرز سے مراد ایسے شیئرز ہیں جن کی خرید و فروخت ان کی قیمت اسمیہ سے زائد پر ہو مثال کے طور پر ۱۰۰ ا روپے کے شیئر کی خرید و فروخت، ایک سو دس (۱۱۰) یا اس سے زائد پر۔
- ۳۔ ڈسکاؤنٹ شیئرز سے مراد ایسے شیئرز ہیں جن کی خرید و فروخت اگلی قیمت اسمیہ سے کم پر ہو مثال کے طور پر ۹۰ ا روپے شیئر کی خرید و فروخت ۹۰ روپے یا اس سے کم میں۔

### شیئرز کی خریداری اور شرعی نقطہ نظر:

شیئرز کی خریداری کے بارے میں پہلا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر کمپنی کے سرمائے کا پچاہ فیصد سے زائد ٹھوس اتنا شجات (تعمیرات، مشینی، دفاتر وغیرہ) کی صورت میں ہو تو ۱۰۰ ا روپے کے شیئر کی فروخت ۱۰۰ ا روپے میں کی جا سکتی ہے، ورنہ ۱۰۰ ا روپے کا شیئر ۱۰۰ میں ہی فروخت ہو گا اسے کم یا زیادہ کی اجازت نہیں۔

- ۲۔ صرف ان کمپنیوں کے شیئرز کی اجازت ہے جن کا بنیادی کاروبار حلal ہو مثال کے طور پر حلal خوارک، لباس، بیارہائی سہولیات، فرنچر، مشینی تیار کرنے والی کمپنیاں۔ کسینو، نائنٹ کلب، شراب بنانے والی

کمپنیاں، سودی بینک اور مالیاتی ادارے، خزیر کا گوشت اور اسکے اجزاء سے بنی ہوئی مصنوعات بنانے والی کمپنیوں کے شیرز کی اجازت نہیں۔

۳۔ کمپنی کا بنیادی کاروبار تو حلال ہو مگر کمپنی کسی نہ کسی طرح سود میں بھی ملوث ہو مثال کے طور پر اس نے سود پر بینک سے قرضہ لے رکھا ہو جیسا کہ آج کل کمپنیاں عموماً بینکوں سے قرضہ لیتی ہیں یا منافع کی غرض سے رقم بینک کے پاس رکھوائی ہو تو ایسی کمپنیوں کے شیرز لینے کے اجازت ہے تاہم شیرز ہولڈرز پر لازم ہے کہ وہ اس ناجائز فعل کے خلاف کمپنی کی سالانہ میٹنگ میں آواز اٹھائیں اور اس کے خلاف ووٹ دیں۔

۴۔ اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار تو حلال ہو مگر کمپنی نے اپنی زائد رقم سودی بینکوں کے پاس رکھوائی ہو تو اس صورت میں شیرز ہولڈرز کے پاس جو پیسہ آئے گا اس میں سود کی بھی آمیزش ہو گی تو اس کا حل یہ ہے شیرز کا کاروبار کرنے والا شخص منافع میں سے اتنی رقم صدقہ کر دے جو کل سودی منافع میں اس کے شیرز کے تناسب سے اس کو ملی ہو تو اس کا منافع بالکل حلال ہو گا۔<sup>(۱)</sup>

### ڈبینچرز (Debentures):

کمپنی جو شیرز جاری کرتی ہے اس کے عوض شیرز ہولڈرز کو دائیگی مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں جب تک کمپنی تخلیل نہیں ہو جاتی۔ لیکن کمپنی اگر یہ چاہے کہ اس کے مالکان کی تعداد نہ بڑھے اور اسے روپیہ پیسہ بھی حاصل ہو جائے جس سے اس کی ضروریات پوری ہو سکیں تو کمپنی ڈبینچرز جاری کرتی ہے۔ سہیل افضل ڈبینچرز کا مفہوم کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"In general, a debenture is a borrowing. The usual way in which company borrows money is by issuing debentures. Debentures are also termed as Bonds. These are issued under the seal of company containing a contract for the repayment of principal amount at a specified date and for the payment of interest at a fixed rate until the principal amount is repaid."<sup>(2)</sup>

ترجمہ: سادہ لفظوں میں ڈبینچرز کی نوعیت قرض کی ہے۔ جس میں کمپنی ڈبینچرز جاری کر کے (عوام الناس) سے قرض حاصل کرتی ہے۔ انہیں "بانڈز" کے ساتھ بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ ڈبینچرز کمپنی کی مہر کے ساتھ جاری کئے جاتے ہیں جو کہ اس بات کا معاہدہ ہوتے ہیں کہ کمپنی ہر متعین دورانیے کے بعد

(۱) عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ادارہ المعارف، کراچی، ص ۸۸۔ ۹۰۔

(۲) Sohail Afzal and M.Arif ,Accounting an intitiative approach azeem academy,Lahore,p.88,

ڈینپھر ز کے حاملین کو متعین سودا دا کرے گی جب تک ان کی اصل رقم انہیں ادا نہیں کر دی جاتی۔ ڈینپھر ز میں سرمایہ کاری شرعی نقطہ نظر سے ناجائز اور حرام ہے اس لئے کہ ایک مقررہ رقم ادھار دے کر متعین دورانیے کے بعد اس پر اضافہ وصول کرنا اور نقصان میں شریک نہ ہونا ہی تو سود ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ رسالت میں مردج سود کی تشریع یوں فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا رِبَا النَّسْيَةِ فَهُوَ الْأَمْرُ الْذِي كَانَ مُشْهُورًا مُتَعَارِفًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَدْفَعُونَ الْمَالَ عَلَى أَنْ يَأْخُذُوا كُلَّ شَهْرٍ قَدْرًا مُعِينًا، وَيَكُونُ رَأْسُ الْمَالِ بَاقِيًّا، ثُمَّ إِذَا حَلَ الدِّينِ طَالَبُوا الْمَدْيُونَ بِرَأْسِ الْمَالِ، فَإِنْ تَعذرَ عَلَيْهِ الْأَدَاءُ زَادُوا فِي الْحَقِّ وَالْأَجْلِ، فَهَذَا الرِّبَاءُ الَّذِي كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَتَعَامِلُونَ بِهِ"<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: اور جہاں تک ربانیسیدہ کا تعلق ہے تو وہ دور جالمیت کا ایک مشہور و معروف معاملہ تھا۔ جس میں لوگ روپیہ پیسہ اس شرط پر دیتے تھے کہ وہ ایک متعین مقدار ماہانہ وصول کریں گے۔ اور اس المال یونہی جوں کا توں باقی رہے گا۔ پھر جب ادا نیکی کا وقت آتا اور مقروض سے راس المال کی واپسی کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر وہ ادائہ کر سکتا تو مدت اور واجب الاداء رقم کو بڑھادیتے۔ یہ تھا وہ جالمیت کا ربانیوں کے ہاں رائج تھا۔

ڈینپھر ز میں بھی اصل رقم جوں کی توں باقی رہتی ہے اور کمپنی اس وقت تک سودا دا کرتی رہتی ہے جب تک یہ رقم واپس نہ کر دی جائے لہذا ہر کلمہ گوپر اس سے احتراز لازم ہے اس لئے احکامات خداوندی کی پیروی میں ہی اصل فلاح ہے۔

### پرانڈ بانڈ: (Prize Bond)

سرمایہ کاری کا ایک طریقہ بانڈز کی خریداری بھی ہے۔ بانڈز سے مراد طویل المیعاد قرضہ جات ہیں (جو بانڈ ہولڈر ز کی جانب سے بانڈز جاری کرنے والے ادا کو دیئے جاتے ہیں) بانڈز جاری کرنے والا اس بات کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی کی میعاد پر بانڈز کی اصل رقم واپس کرے گا اور ان پر متعین سود بھی ادا کرے گا۔<sup>(۲)</sup> بانڈز کی کئی اقسام ہیں مثلاً حکومتی بانڈز، کارپوریٹ بانڈز، میونسل بانڈز وغیرہ وغیرہ مگر زیر نظر اسی کی ایک قسم پرانڈ بانڈ جو کہ وطن عزیز

(۱) رازی، محمد بن حسن اتمی، مفاتیح الغیب، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۲۰ھ، ۷، ۷۲/

(۲) Prof.Dr AP Faure, Bond Market: An Introduction, Quion Institute(PTY)Limited, South Africa, p.14

میں معروف ہے، کے حوالے سے بحث مطلوب ہے جس کے حلال اور حرام ہونے میں وطن عزیز کے علماء کے ایک طبقہ کا اختلاف ہے لہذا اس کا تذکرہ ہم قدرے تفصیل کے ساتھ کریں گے:

انگریزی زبان سے ماخوذ اسماء ”پرائز“ اور ”بائٹ“ پر مشتمل مرکب اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ انعامی بائٹ حکومت پاکستان کا جاری کردہ اقرار نامہ جس پر ماہ بہا قرعہ اندازی کے ذریعے نقد انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔<sup>(۱)</sup> قاموس عربی، فرانسیسی، انگریزی میں بائٹ کے معنی ”سنڈ“ ”مستند“ ”وثیقہ“ لکھے ہیں۔ المورد میں بائٹ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”سنڈ اور وثیقہ الدین“<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: سرٹیفیکیٹ یا قرض کی دستاویز

حقیقت یہ ہے کہ حکومت کو کبھی عوام سے قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اس کے لیے وہ وقاراً فتاویٰ مختلف طریقوں سے قرض وصول کرتی رہتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کوئی شخص اپنی رقوم حکومت کو اس طرح دینے پر تیار نہیں ہوتا ہر شخص یہ چاہتا ہے اس کامال بھی محفوظ رہے اور اسے نفع بھی حاصل ہو تارہے۔ اس طرح حکومت عوام سے قرض حاصل کرنے کے لیے ایسے اقدامات کرتی ہے جس سے عوام متاثر ہو کر نفع کی لائچ میں زیادہ سے زیادہ بچتیں حکومت کے پاس جمع کر دیں۔

لوگ بائٹ کا وثیقہ لے کر اس کے بالمقابل قرض دینے پر آمادہ ہوں اس کی ترغیب کی ایک ممکنہ صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ بائٹ جاری کرنے والا اس پر متعین سود دینے کا اتزام کر لے، ایک لاکھ روپے کے بائٹ پر سالانہ پندرہ ہزار سود دیا جائے گا، یہ سودہر بائٹ ہولڈر کو ملے گا، جیسا کہ کمپنی ڈینپرچرز میں کرتی تھی ظاہر ہے کہ اس صورت کے ناجائز ہونے پر کوئی اشکال یا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن پرائز بائٹ بھی اگرچہ اسی مقصد یعنی قرض کے حصول کا ایک ذریعہ ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہوتا تمام پرائز بائٹ ہولڈر زکے لئے یعنی تمام قرض دہندگاں کے لئے یہ اتزام ہو کہ ان میں ہر ایک کو بہر صورت کسی متعین شرح کے ساتھ سود ملے گا۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ حکومت (بینک کے ذریعے) مختلف قیمتوں کے بائٹ ز جاری کرتی ہے جو اس بات کی دستاویز اور رسید ہوتے ہیں کہ اس بائٹ ہولڈر نے اتنی رقم حکومت کو قرض دی ہے اب اس کو اختیار ہے چاہے قرعہ اندازی میں شامل ہونے کے لیے بائٹ ز اپنے پاس رکھے یا بینک میں جمع کرا کے اپنی رقم کسی بھی وقت واپس حاصل کر لے، یا کسی اور شخص کو دے کر اس سے رقم وصول کر لے۔ ان میں سے کسی بھی

(۱) اطلaci شاریات، ۱۹۶۸ء، ص: ۸۶

(۲) الجعلکی، دکتور روحی، المورد، دارالعلم للملائیں، بیروت، لبنان، ص: ۱۸

صورت میں اس بانڈ کے عوض حکومت یا متعلقہ بینک کی طرف سے خاص معین شرح پر سود جاری نہیں ہو گا بلکہ یہاں بانڈ لے کر قرض دینے کی ترغیب پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ یہ کہ ایک معین مدت کے بعد مثلاً ہر تین مہینے بعد حکومت قرعہ اندازی کرتی ہے جس کا نمبر نکل آتا ہے، انعام یا پرائز کے نام سے اس کو بجاري رقم دی جاتی ہے۔<sup>(۱)</sup>

فرق یہ ہوا کہ شرح سود کی صورت میں ہر ہولڈر کو منافع ملنا لیکن اس کی مقدار بہت معمولی تھی مثلاً پندرہ فیصد، جبکہ یہاں ممکنہ فائدہ مقدار میں بہت زیادہ ہوتا ہے مثلاً چند ہزار پر کئی کروڑ روپے، لیکن یہ فائدہ قسمت کی بات ہوتی ہے، اس کا انحصار قرعہ اندازی میں نام لٹکنے پر ہوتا ہے۔ گویا یہی صورت یعنی سود والی صورت میں اس میں ترغیب کی وجہ فائدے کا لیکن ہونا ہے جبکہ دوسری صورت میں وجہ فائدے کا زیادہ ہونا ہے۔

### پاکستان میں پرائز بانڈ کی خرید و فروخت

پاکستان میں پرائز بانڈ کی خرید و فروخت کا سلسلہ عام ہے۔ حکومت سو، دو سو، سات سو پچاس، سات ہزار پانچ سو، پندرہ ہزار اور چالیس ہزار کی قیمت کے پرائز بانڈ جاری کرتی ہے<sup>(۲)</sup> اور اب تو شنید یہ ہے بھی ہے کہ آئندہ ماں سال سے پانچ سو اور ایک ہزار کی قیمت کے پرائز بانڈ جاری کئے جائیں گے۔ بانڈ خریدنے کے بعد خریدار کی اصل رقوم محفوظ رہتی ہے اور خریدار بانڈ کی رقم کو پاکستان کے کسی بھی بینک کے ذریعے جب چاہے کیش کر سکتا ہے۔ بانڈ سیریز میں جاری کیے جاتے ہیں۔ ہر تین ماہ کے بعد قرعہ اندازی کے ذریعے حکومت بالترتیب سات لاکھ سے لے کر سات کروڑ پچاس لاکھ تک کے انعامات جس کا نمبر نکل آئے ان میں تقسیم کرتی ہے۔<sup>(۳)</sup>

### پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت پاکستانی مکاتب فکر کے نزدیک

پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت کے بارے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء اس کو قمار یا سود قرار دے کر ناجائز کہتے ہیں اور بعض علماء اس کو جائز کہتے ہیں۔ آنے والی سطور میں پاکستان کے مختلف مکاتب فکر (دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی اور اہل تشیع) کے موقف پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت کے بارے آراء پیش کی جائیں گی۔

(۱) المورد، ص: ۱۴

(۲) پرائز بانڈ، ان کی مالیت اور سالانہ شیدول کے لئے مرکز قومی بچت کی ویب سائٹ:

<http://www.nationalsavings.pk/prize-bond-schedule-2016>

پرائز بانڈ کی مکمل تفصیلات دی گئی ہیں۔

[\(۳\)](http://prizebond.net.php)

## پرائزبانڈ کی شرعی حیثیت علماء دیوبند کے نزدیک

دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ تمام علماء انعامی بانڈز کی خروید فروخت کو ناجائز کہتے ہیں۔

ان کے نزدیک پرائزبانڈ پر ملنے والی رقم حرام و ناجائز ہے۔ یہ سود اور قمار دونوں کا مجموعہ یا کم از کم ایک تو ضرور ہے اور شرعاً یہ دونوں صورتیں حرام ہیں۔<sup>(۱)</sup> قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَحَلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَمُ الرِّبَا﴾<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

اللہ تعالیٰ نے سود پر شدید اور سخت و عید فرمائی حتیٰ کہ سودی کار و بار کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ سے

اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ، فَإِن لَمْ

تَفْعَلُوا فَإِذْنُوا بِحِرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾<sup>(۳)</sup>

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تجھ مچ ایمان والے ہو

اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سودی دستاویز لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔<sup>(۴)</sup>

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جوئے اور قمار بازی کے معاملات کو نہ صرف حرام قرار دیا ہے بلکہ اس کو انسانی

معیشت کے لیے نجاست، گندگی، انسانیت کے درمیان بغرض وعداوت کا سبب اور شیطانی عمل قرار دیا ہے۔<sup>(۵)</sup>

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْحَمْرُ وَالْمِيَسُرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَرْلَامُ رِجْسٌ مِنْ

عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾<sup>(۶)</sup>

(۱) <http://daruiftha-deoband.org>

(۲) سورۃ البقرۃ ۲۸۵

(۳) سورۃ البقرۃ ۲۸۹-۲۸

(۴) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساقۃ، باب لعن الاکل الربا و ممکله، حدیث نمبر: ۲۹۵۵

(۵) مفتی محمد تقی عثمانی و مولانا سلیمان اللہ، پرائزبانڈ کی شرعی حیثیت، مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی، اپریل ۲۰۰۸ء، ص: ۳۹

ترجمہ: اے ایمان والو! بلاشبہ شراب اور جواہت اور جائے کے یہ تیر سب بخوبیں، شیطانی عمل میں سے بیس، ان چیزوں سے دور رہا کروتا کہ تمہیں فلاں ملے۔

انعامی بانڈز کے نام سے جو انعام دیا جاتا ہے حقیقتاً یہ سود کی ایک شکل ہے۔ انعامی بانڈز کے انعام میں ملنے والی رقم حرام ہے اور اس کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

بینک جب انعامی بانڈز کی کوئی سیریز نکالتا ہے اور اس سیریز کے ذریعے سے جو رقم وہ عوام سے وصول کرتا ہے اس رقم کو عموماً بینک کسی کو سودی قرضے پر دے دیتا ہے اس سود سے جو رقم موصول ہوتی ہے بینک اس میں سے کچھ رقم اپنے پاس رکھتا ہے اور کچھ قرعد اندازی کے ذریعہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے جنہوں نے انعامی بانڈز لئے تھے۔ چنانچہ قرعد اندازی کے جو رقم انعام کے نام سے ملتی ہے وہ حقیقتاً سود ہی کی رقم ہے اگرچہ بینک اس کو ہزار مرتبہ انعام کہے۔ یہ سودی رقم اس حدیث شریف کے زمرے میں بھی آتی ہے:

"کل قرض جر نفعا فھو حرام" <sup>(۲)</sup>

ترجمہ: ہر وہ قرض جس کے ذریعے نفع کمایا جائے وہ حرام ہے۔

اور بعض علماء دیوبند یہ بھی کہتے ہیں کہ انعامی بانڈز میں بانڈز لینے والے کی طرف سے اس نفع کی شرط نہیں لگائی جاتی۔ بلکہ بینک والے اسے بطور انعام کے دیتے ہیں۔ لیکن فقہ میں ایک مشہور قاعدہ ہے:

"المعروف عرفا کالمشروط شرطا" <sup>(۳)</sup>

ترجمہ: کہ جو چیز عرف اور رواج کا حصہ بن جائے وہ ایسے ہی ہے جیسے عقد میں اس کی شرط لگائی گئی ہو۔

یعنی جو چیز لوگوں میں عام رائج ہو اور پہلے ذہنوں میں طے شدہ ہو وہ ایسی ہے جیسے کہ زبانی شرط لگانا، چنانچہ انعامی بانڈز میں بھی بانڈز لینے والے کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ قرعد اندازی کے ذریعے مجھے اپنی اصل رقم سے زائد مل جائے گی۔

اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بینک انعامی بانڈز کے لینے والوں کی رقم کو سودی قرضہ پر نہیں دیتا بلکہ اس کو کسی کاروبار میں لگاتا ہے اور اس کاروبار سے جو نفع ہوتا ہے وہ قرعد اندازی کے ذریعے تقسیم کر دیا جاتا ہے تو پھر بھی انعامی بانڈز سے ملنے والا انعام جائز نہیں اس لیے کہ مشارکت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے جبکہ یہاں بینک کی طرف سے نقصان کا کبھی کوئی ذکر نہیں آتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجارتی اور شرعی اصول کے مطابق مشارکت کی

(۱) سورۃ المائدہ ۵/۹۰-۹۱

(۲) ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، مؤسسة الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱/۲۷۸

(۳) السیوطی، جلال الدین، الآشیا والناظر، دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۱ء، ص ۹۲

تجارت میں جب نفع ہوتا ہے تو اس میں نفع سے ہر شریک کو اتنے فی صد ہی حصہ ملتا ہے جتنے فیصد اس نے روپیہ لگایا ہے۔

نفع کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعہ کرنا اس میں بہت سوں کے ساتھ نانصافی ہونا یقینی بات ہے۔ لہذا انعامی بانڈز کا انعام ہر اعتبار سے ناجائز اور حرام ہے۔

اگر کسی کے پاس انعامی بانڈز آجاتے ہیں یا اس نے ضروریات کے بناء پر خرید لیے ہیں اب اگر وہ ان کو قیمت خرید پر ہی فروخت کر دیتا تو اس پر کوئی انعام یا نفع نہیں لیتا تو یہ صورت جائز ہے۔<sup>(۱)</sup>

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ پرانے بانڈ پر ملنے والے انعام کو سود قرار دینے پر تو تقریباً تمام علماء دیوبند متفق ہیں، تاہم اسے قمار قرار دینا محکل نظر بھی ہے اور اس پر اتفاق بھی نہیں ہے۔<sup>(۲)</sup>

اس کی وجہ یہ ہے کہ قمار بننے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو جو ممکنہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے خطرے کی بیناد پر ہو، یعنی معاملہ دو باتوں کے درمیان دائر ہو، یا تو آپ کو اپنی اصل رقم کے علاوہ مزید بھی مل جائے گی یا آپ اپنی اصل رقم سے بھی محروم ہو جائیں گے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

"قوله لما فيه من القمار هو المراهنة كما في القاموس، وفيه المراهنة،"

والرهان المخاطرة. وحاصله أنه تمليك على سبيل المخاطرة"<sup>(۳)</sup>

ترجمہ: ان کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اس میں قمار پایا جاتا ہے اور قاموس میں اس کی تشریح مراہنہ سے کی گئی ہے۔ مراہنہ اور رہان دونوں کا قاموںی معنی مخاطرہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قمار میں ملکی خطرے پر مبنی ہوتی ہے۔

ایک اور جگہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

"لأن القمار من القمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى، وسمى القمار قمارا"

لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز

أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص"<sup>(۴)</sup>

(۱) شیخ مسلم حسین، فتویٰ، دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(۲) مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معيشت و تجارت، ادارۃ المعارف، کراچی، ص: ۳۳

(۳) رد المحتار، ۱/۵

(۴) ايضاً، ۶/۳۰۳

ترجمہ: قمار، قمر (چاند) سے ہے جو کہ کبھی گھٹتا اور کبھی بڑھتا ہے اور قمار کو قمار اس لئے کہا جاتا ہے کہ مقامین (جواری) میں سے ہر ایک کمال کبھی تو دسرے کی جانب چلا جاتا ہے اور کبھی اس کمال اس کی جانب چلا آتا ہے جس سے یہ مستفید ہوتا ہے اور یہ ازروئے نص حرام ہے۔

اسی طرح کویت کی وزارت اوقاف کے تحت تیار ہونے والے فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ہے:

"وقال ابن حجر المکی: المیسر: القمار بأي نوع كان، وقال المحلی:

صورة القمار المحرم التردد بين أن يغنم وأن يغrom"<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: ابن حجر علی کہتے ہیں کہ میر سے مراد قمار ہے خواہ وہ جس قسم کا بھی ہو۔ اور محلی (ابن حزم) میں کہا گیا ہے کہ وہ قمار جو کہ حرام ہے ایسی صورتحال پر مبنی ہے کہ یا تو (جواری) امیر ہو جائے گا یا پھر مقروض ہونا اس کا مقدر ٹھہرے گا۔

اور یہاں پر اائزبانڈ میں اصل رقم کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا، وہ ہر حال میں محفوظ رہتی ہے، انعام نہ نکلنے کی صورت میں بانڈ ہولڈر اپنی اصل رقم حاصل کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔

### پر اائزبانڈ کی شرعی حیثیت اور علماء اہل حدیث کا نقطہ نظر

علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی پر اائزبانڈ شرعاً جائز اور حرام ہے۔ ان کے نزدیک نہ صرف یہ سودہ ہے بلکہ اس میں جوے کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ سوداں لحاظ سے ہے کہ حکومت ایک متعین شرح کے حساب سے سودہ کی رقم کا حساب کر کے اسے انعام کی شکل میں دیتی ہے اس طرح یہ بانڈ حکومت کے لیے سودی قرضہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جو اس لیے ہے کہ بانڈ ہولڈر صرف اتفاقی طور پر نمبر نکل آنے سے بغیر کسی فعل سرمایہ کاری نفع حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اور جوے میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

دور جاہلیت میں جوئے کی متعدد صورتیں تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ کعبہ شریف میں رکھے ہوئے چند مخصوص تیروں کے ذریعے مشترکہ مال تقسیم کیا جاتا تھا اس طرح قرعد اندازی کے ذریعے جو تیر جس کے نام کا نکل آیا اور اس پر جتنا حصہ لکھا ہوتا وہ اسے مل جاتا۔ بعض غالی تیر نکلنے کی صورت میں وہ شخص بالکل محروم رہتا۔ اور قرآن مجید میں صاف آیا یہ صورت حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(۱) الموسوعة الفقهية الكويتية، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، ۳۹/۳۰۳

(۲) ابو محمد، حافظ عبد اللہ بن قیم، فتاویٰ اصحاب الحدیث، مکتبہ ابن حیثام، سلطان کالونی میاں چنو، جون ۲۰۰۷ء، ۱/۲۶۷

ترجمہ: تمہارے لیے یہ بھی حرام ہے کہ تم پانسوں کے ذریعے اپنی قسم معلوم کرو۔<sup>(۱)</sup>

ادھر انعامی سکیموں میں بھی تو یہی کچھ ہوتا ہے لہذا اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

علماء اہل حدیث لکھتے ہیں کہ قسم آزمائی کا سہارا لے کر اسے درست کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قسم آزمائی جس کی بنیاد مغض و ہم و گمان اور اتفاقی عمل پر ہو وہ ناجائز ہے جسے قرآن مجید میں تیروں کے ذریعے قسم آزمائی فرمایا گیا ہے اور وہ بالاتفاق حرام ہے۔

اور بعض لوگ اسے انعام سمجھ کر جائز سمجھتے ہیں حالانکہ اس طرح کسی کو دی جانے والی رقم کو کسی بھی طور پر انعام نہیں کہا جاسکتا کیونکہ انعام حسن کا رکردار یا اعلیٰ خدمات کا صلہ ہوتا ہے جبکہ اس میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ انعام حاصل کرنے والے سے کچھ وصول نہیں کیا جاتا جبکہ انعامی سکیموں میں شمولیت کے لیے کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے۔

انعام میں کچھ وجہ ترجیح ہوتی ہیں جب کہ ان سکیموں میں کامیابی کی بنیاد مغض "اتفاق" ہے۔<sup>(۲)</sup>

مزید یہ کہ پرائز بانڈ جوئے کی ایک واضح قسم اس طرح سے بھی ہے کہ بینک کاسارا کا روبار سود پر ہوتا ہے اس لیے بھی یہ بانڈ بھی مشکوک ہو جائیں گے اور ان سے بچنا ہی بہتر ہے۔<sup>(۳)</sup>

### بریلوی علماء اور پرائز بانڈ

علماء بریلوی کے نزدیک انعامی بانڈ زکی نیج و شراء بالکل جائز ہے اور حکومت کی طرف سے ان کو خریدنے کے بعد نام نٹلے پر جو انعامات جاری کیے جاتے ہیں وہ بھی جائز ہیں کیونکہ اس انعام پر ربا یا قمار کسی کی بھی تعریف صادق نہیں آتی۔

علامہ مفتی محمد قادر الدین لکھتے ہیں کہ: پچاس روپے، سورپے، پانچ سو یا ایک ہزار کے پرائز بانڈ خریدنا اور ان پر انعام لینا جائز ہے۔ شریعت نے حرام مال کی کچھ صور تین مقرر کی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ کسی کامال چوری، غصب، ڈیکٹی یا رشوت کے ذریعے لیا جائے۔

۲۔ جوئے میں مال حاصل کیا جائے۔

۳۔ سود میں لیا جائے۔

۴۔ اور یہ کہ بیچ باطل کے ذریعے لیا جائے۔

(۱) سورۃ آل عمران: ۳/۵

(۲) فتاویٰ اصحاب المدیث، ۱/۲۶۵

(۳) مولانا ابو الحسنات علی، فتاویٰ علمائے حدیث، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال، جنوری، ۱۹۸۱ء، ۱۳۲/۱۲

## پرائز بانڈ میں ان میں کوئی ایک صورت بھی نہیں

انعامی بانڈز میں اضافہ مشروط نہیں الہند اسود نہیں اور پیسے میں کمی نہیں ہوتی الہند اجو انہیں لینے والا اپنی خوشی سے کچھ زیادہ دیدے تو وہ جائز ہے اور اس کے لیے قرعدہ اندازی کرنا بھی جائز ہے تو انعامی بانڈ کے جائز ہونے کی وجہ نہیں ہے۔<sup>(۱)</sup>

ان کے نزدیک انعامی بانڈز کا انعام ربانہ نہیں ہے۔

اور ربا کی دو قسمیں ہیں:

۱) ربا الفضل

۲) ربا النسیمة

یہ انعام ربا الفضل اس لیے نہیں ہے کہ:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ربا الفضل کی حرمت کی علت جنس میں اتحاد اور قدر معروف میں زیادتی ہے۔ اور یہاں جنس ایک نہیں کیونکہ انعامی بانڈز کی بیع کرنی نوٹوں کے عوض ہوتی ہے انعامی بانڈز کے عوض نہیں۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرمت کی علت صرف سونے چاندی یا کھانے پینے کی چیزوں میں ہو سکتا ہے۔

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ربا صرف ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جن میں غذا ایسیت ہو یا وہ چیزیں قبل ذخیرہ ہوں۔

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرمت کی علت ناپ تول ہے اور بانڈز میں ایسا نہیں ہوتا۔<sup>(۲)</sup> اور ربا النسیمة میں ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو وہ ربا النسیمة ہے۔ انعامی بانڈز میں چونکہ مدت کے عوض اضافہ کی شرط نہیں ہوتی اور اگر بغیر شرط لگائے مقرض قرض خواہ کو اصل رقم سے کچھ زائد دے تو یہ جائز ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(۱) مفتی محمد وقار، وقار الفتاوی، بزم وقار الدین، کراچی، ۱/۲۷۴-۲۲۹

(۲) الرازی، فخر الدین، تفسیر کبیر، دار الفکر، ۱۹۸۱ء، ۲/۳۵۱

کانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ دِيْنُ فَقَضَانِي وَزَادَنِي وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ الْمَسْجِدَ

فَقَالَ لِي صَلَّ رَكْعَيْنِ<sup>(۱)</sup> تَرْجِمَه: آنحضرت ﷺ کے ذمے میرا قرض تھا۔ آپ ﷺ نے وہ ادا کیا اور مجھے (میرے قرض سے) زیادہ دیا۔

صحیح بخاری کی اس روایت سے واضح ہوا کہ اگر مقروض خود زائد رقم دے تو یہ جائز ہے اگر انعامی بانڈز میں حکومت قرض لیتی ہے اور قرض کی ادائیگی کے بعد از خود بعض افراد کو اصل رقم سے کچھ زیادہ دیتی ہے تو وہ حدیث شریف کے پیش نظر جائز ہے اور سود نہیں ہو گا۔

وہ کہتے ہیں کہ انعامی بانڈز میں ہر شخص اس شرط کے ساتھ انعام نہیں خرید رہا ہوتا ہے کہ اسے لازماً انعام ملے گا۔ کیونکہ حکومت ہر خریدار کو انعام نہیں دیتی نہ اس کاررواج ہے اور نہ عرف ہے اور جو چیز عرف نہیں ہے وہ حکما شرط بھی نہیں بن سکتی ہے۔ ”المعروف بالمشروط“ کا قاعدہ اس وقت جاری ہوتا ہے جب رواج ہوتا کہ حکومت ہر خریدار کو زائد رقم ادا کرتی پھر اگر خریدار شرط نہ بھی لگاتا پھر بھی عرف کی وجہ سے اس کو شرط کہا جاتا۔ لیکن جب ہر خریدار کو انعام نہیں ملتا لکھوں میں سے چند ایک کو ملتا ہے ان کو یہ نہیں بتا ہوتا ہے کہ کتنا انعام ملے گا پھر یہاں عرف کا کیا سوال ہے۔ اور انعامی بانڈز کو فروخت کرنے والی حکومت ہے بینک نہیں ہے۔ حکومت انعامی بانڈز کو بینک کے ذریعے فروخت کرتی ہے اور پھر حکومت اس پیسے کو مختلف کمپنیوں کو دے کر کاروبار میں لگاتی ہے یہ سود نہیں ہے۔ انعامی بانڈز خرید و فروخت ہے قرض نہیں۔ قرض میں ایک معین مدت کے لیے رقم لی جاتی ہے اور اگر اس پر سود دینا ہے تو اس مدت کے بعد سود دیا جائے۔ اور پر اائز بانڈ آدمی بغیر تعین کے خریدتا ہے اور جب چاہے بغیر کسی نقصان یا زیادتی کے بینک کو بانڈز واپس کر کے پیسے لے لیتا ہے۔ یہ قرض کہاں سے ہو گیا۔

یہ کہنا کہ جو شخص انعامی بانڈز خریدتا ہے اس میں سودی لین دین کی نیت ہوتی ہے۔ یہ مسلمانوں کے بارے میں سوءے ظن کے سوا کچھ نہیں اور نیت ایک مخفی چیز اور غیب ہے تو مسلمانوں کی نیت کے بارے میں ایسا حکم لگانا جو علم غیب سے ہو وہ صحیح نہیں۔

ان کے نزدیک انعامات میں قمار بالکل نہیں ہے کیونکہ قمار میں شرط ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی اپنی بیوی اور مال کی شرط لگاتا تھا اور جو شخص بھی اپنے ساتھی پر غالب ہوتا (شرط جیت لیتا) وہ اپنے ساتھی کے مال اور اہل کو لے لیتا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) صحیح مسلم، باب استحباب تجییۃ المسجد، حدیث: ۱۳۱۵ / ۱۳۹۵

(۲) قرطبی، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر، خرسرو ایران، ۱۳۸۷ھ / ۳، ۵۲

لوئیں معلوم ”قمار“ کا معنی لکھتے ہیں:

”ہر وہ کھلیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ غالب مغلوب کی کوئی چیز لے لے گا نواہ چاندی ہو یا کوئی اور چیز۔“<sup>(۱)</sup>

کیونکہ انعامی بانڈز میں شرط بالکل نہیں ہوتی اور خریدنے اور بیچنے والا دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی نفع یا نقصان لازم نہیں ہے۔ خریدار جتنے رویے کا بانڈز خریدتا ہے جب چاہے اس کو اتنے روپے میں فروخت کر دیتا ہے۔ حکومت جو بانڈز پر انعام دیتی ہے وہ محض تبرع ہیں جو محض بانڈز خریدنے کی ترغیب کے لیے جاری کیے جاتے ہیں۔

### پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت علمائے اہل تشیع کے نزدیک

انعامی بانڈ (ٹکٹ) اگر کوئی اس احتمال کی بناء پر خرید لے کہ انعام میرے نام پر نکلے گا تو بلاشک یہ حرام ہے اگر بانڈ خریدنے والا بانڈ کی قیمت قرض کی نیت سے دے اور اسے یہ حق ہو کہ قرعہ اندازی کے بعد دی ہوئی رقم واپس لے لیکن اس قرض کے دینے میں یہ شرط ہو کہ کمپنی سے ایک ٹکٹ خرید بھی لے جس کے ویلے سے اگر قرعہ اندازی میں اس کا نام نکل آئے تو اسے انعام دیا جائے تو یہ معاملہ حرام ہے کیونکہ یہ سودا لے قرضے میں شمار ہوتا ہے اور اگر اس کو جعلہ قرار دیا جائے یعنی عرف عام کی نظر خود ٹکٹ یا بانڈ ایک باقیت اور مالیت سمجھا جائے اور ٹکٹ یا بانڈ جاری کرنے والا یہ کہے کہ جو شخص یہ خریدیں گے تو قرعہ انداز کے بعد جس کا نام قرعہ میں نکلے گا اسے انعام دیا جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔<sup>(۲)</sup>

علامہ آیت اللہ العظمیٰ مکارم شیرازی کے مطابق پرائز بانڈ کی دیگر اقسام جو اکثر میں الاقوامی شیئر زバزار میں خرید و فروخت کی جاتی ہے جس کی بنیاد پر مثال کے طور پر حکومتیں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض سے بانڈز کی نشر و اشتاعت کرنے کی اقدامات کرتی ہیں اور ان میں منافع بھی دیا جاتا ہے اور بانڈ کی رسید میں درج اصلی سرمایہ کی رقم بھی سرمایہ لگانے والے کو واپس دی جاتی ہے۔ یہ صرف اس صورت میں جائز یا صحیح ہے کہ جب اسے مضاربہ کے عنوان کے تحت کیا جائے یعنی اسے (مضاربہ) عنوان سے سرمایہ لگانے کا کام انجام دیا جائے اور حاصل ہونے والا منافع ادا کرنے والے منافع سے زیادہ ہو۔<sup>(۳)</sup>

(۱) لوئیں معلوم، المنجد، المطبعہ الکاثولیکہ، بیروت، ۱۹۲۷ء، ص: ۶۵۳۔

(۲) حافظ شیر حسین بخاری، توضیح المسائل، ایلیا پر نظر، لاہور، ص: ۲۳۰۔

(۳) <http://makram.ir/reader.aspx>

علماء اہل تشیع کے نزدیک نتیجہ یہ لکا کہ انعامی بانڈز کی دو صورتیں ہوئیں ایک ناجائز اور دوسری جائز۔ قرض کے بانڈز کی شکل میں ہوتا ناجائز ہے۔ اور مضاربہ کی شکل میں ہوتا جائز ہے۔  
پر ایز بانڈ کے مجوزین کے دلائل کا جائزہ  
دلیل نمبر: ۱

پر ایز بانڈ کو جائز قرار دینے والے علماء کہنا ہے کہ انعامی بانڈز میں اضافہ مشروط نہیں لہذا یہ سود کے زمرے میں نہیں آتا، محل نظر ہے، اس لئے کہ عہد رسالت میں سود کی ایک سے زائد صورتیں راجح تھیں کبھی تو سود دینے والا ایک رقم سود پر دیتا اور اس پر اضافہ پہلے سے طے کردیتا تھا علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے دور جاہلیت کے سود کی یہی صورت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"والربا الذي كانت العرب تعرفه وتفعله إنما كان قرض الدرامون والدنانير إلى"

أجل بزيادة على مقدار ما استقرض على ما يتراضون به" <sup>(۱)</sup>

ترجمہ: اور رباجو کہ عرب کے ہاں معروف اور راجح تھا وہ یہ تھا کہ دراهم اور دنانیر مخصوص مدت کے لئے اس شرط پر قرض دیا کرتے تھے کہ وہ ان پر ایک متعین اضافہ وصول کریں گے۔

دوسری صورت یہ تھی ایک شخص دوسرے کو کوئی چیز ادھار پر فروخت کرتا پس جب واجب الاداع رقم کی مدت آجائی اور خریدار قیمت کی ادائیگی نہ کر سکتا تو فروخت کنندہ چیز کی قیمت میں اضافہ کر کے مہلت بھی بڑھادیتا سود کی یہ صورت علامہ طبری <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> نے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"إن ربا الجاهلية يبيع الرجل البيع إلى أجل مسمى، فإذا حل الأجل ولم يكن

عنه صاحبه قضاء زاد و آخر عنه" <sup>(۲)</sup>

ترجمہ: بے شک جاہلیت کا رباجیہ تھا کہ ایک شخص کوئی چیز دوسرے کو ادھار پر فروخت کرتا پس جب (واجب الاداع رقم کی) مدت آجائی اور خریدار قیمت کی ادائیگی نہ کر سکتا تو فروخت کنندہ چیز کی قیمت میں اضافہ کر کے مہلت بھی بڑھادیتا۔

ربا الجahلیyah ہے رب القرآن اور رب الانسیم <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> بھی کہا جاتا، عہد رسالت میں اس کی کئی صورتیں مروج تھیں جیسا کہ انہمہ تقریر کے اقوال سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مفہت ترقی عثمانی سپریم کورٹ کے سود کے بابت تاریخ ساز فیصلے میں اس

(۱) جصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربي، بیروت، ۱۴۰۵ھ ص: ۲۵۶

(۲) ابن جریر، طبری محمد، جامع البیان، مؤسسه الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ / ۲، ص: ۸

کا خلاصہ کچھ یوں کرتے ہیں کہ: دراصل ربا کی مختلف صور تین تھیں اور وہ سب کی سب جاہلیت کے عربوں میں راجح تھیں۔ ان تمام معاملات میں مشترک بات یہ تھی کہ ادھار کی رقم پر ایک اضافی رقم کا مطالبہ کیا جاتا تھا، پھر بعض اوقات یہ ادھار خرید فروخت کے ذریعے سے پیدا ہوتا اور بعض اوقات قرضہ دینے کے ذریعے پیدا کیا جاتا تھا اسی طرح اضافی رقم بعض مرتبہ ماہنہ وصول کی جاتی، جبکہ اصل سرمایہ متعین مدت میں ادا کیا جاتا تھا اور بعض مرتبہ یہ اضافی رقم اکٹھی اصل سرمائے کے ساتھ وصول کی جاتی تھی۔ ان تمام شکلوں کو ربوہ کہا جاتا تھا، کیونکہ اس کے اصطلاحی معنی اضافے کے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

### دلیل نمبر ۲:

یہ کہنا کہ امام ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ربا الفضل کی علت جنس میں اتحاد اور قدر معروف میں زیادتی ہے اور یہاں جنس ایک نہیں اس لئے کہ بانڈز کی بیع کرنی نوٹوں کے عوض ہوتی ہے، بھی محل تحقیق ہے اس لئے دور حاضر میں زر کی دو صورتیں راجح ہیں جنہیں بازار کے عرف اور حکومت کے قوانین کی مکمل تائید حاصل ہے:

#### (۱) زرِ حقیقی (۲) زرِ اعتباری

زرِ حقیقی سے مراد کرنی نوٹ ہیں جو دس، بیس، پچاس، سو، پانچ سو، ہزار، پانچ ہزار کی مالیت تک مرکزی بینک کی جانب سے جاری کئے جاتے ہیں اور زرِ اعتباری سے مراد مختلف مالیتوں کی دستاویزات ہیں مثلاً: چیک، ہندی، پر ایمسری نوٹ، ڈینپرزر، پرائز بانڈوں غیرہ۔ دور حاضر میں زرِ اعتباری کو زرِ حقیقی کی مقبولیت حاصل ہے۔ عوام انساں اور تاجر حضرات کھلے پیمانے پر ان کا لین دین کرتے ہیں۔ بڑی بڑی ادائیگیاں اور وصولیاں ان کے ذریعے چکائی جاتی ہیں۔ زرِ حقیقی کی مثل ان کی قوتِ خرید کا تعین ان پر درج مالیت شدہ مالیت کرتی ہے لہذا ایک ہزار کے پرائز بانڈ کی مالیت ایک ہزار ہی ہوتی ہے، گیارہ سو یا بارہ سو نہیں ہوتی۔ اسیٹ بینک آف پاکستان کو بانڈزو اپس کرنے کی صورت میں بھی ان پر درج شدہ مالیت کے بقدر ہی رقم واپس کی جاتی ہے۔ یہ تمام باتیں اس بات کا تعین کرتی ہیں کہ بانڈز کی حیثیت آلمہ مبادلہ کی ہے، فروخت کی جانے والی اشیاء کی نہیں لہذا احناف کے ہاں اس میں اتحاد جنس کا پایا جانا بدیہی ہے جس میں کسی کی بیشی کی اجازت نہیں۔

### دلیل نمبر ۳:

یہ کہنا کہ اگر بغیر شرط لگائے مقروض، قرض خواہ کو کچھ دے دے تو جائز ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ معاملہ اتفاقی صورت حال پر محمول ہے مگر پرائز بانڈ میں یہ اتفاق نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کا

نمبر نکل آیا تو اس کو اضافہ ضرور ملے گا اور اس نمبر نکلنے کی امید میں ہر وہ شخص شامل ہے جس نے پرائز بانڈ خریدا ہے اور یہی بازار کا عرف ہے لہذا معلوم اور معروف اضافے کو جو کہ موقع ہے اور نمبر نکلنے کی صورت میں یقینی ہے، اتفاقی صورت پر کبھی بھی محمول نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی حدیث سے اس کی دلیل اخذ کی جاسکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مجوزین کے ہاں یہ خریدو فروخت کا معاملہ ہے (جیسا کہ اس کی تفصیل اگلے پیراگراف میں آ رہی ہے) تو خریدو فروخت کے جواز میں قرض اور پھر اس کی زیادتی سے دلیل نہیں دی جاسکتی لہذا یہ خلط بحث ہے۔

### دلیل نمبر ۳:

یہ کہنا کہ پرائز بانڈ خریدو فروخت کا معاملہ ہے، قرض کا نہیں اس لئے کہ حکومت پرائز بانڈ کو بینکوں کے ذریعے فروخت کرتی ہے اور پھر اس کی مختلف کمپنیوں میں سرمایہ کاری کرتی ہے یہ تکمیف بھی محل تحقیق ہے اس لئے کہ خریدو فروخت میں فروخت کنندہ چیز کو فروخت کرنے کے بعد اپنی ذمہ داریوں سے برائی الذمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے ذمے خریدار کے مال کی حفاظت، سرمایہ کاری یا اس جیسی کوئی بھی دوسری ذمہ داری نہیں ہوتی۔ مگر زیر نظر مسئلے میں تو حکومت فروخت شدہ مال کی باقاعدہ سرمایہ کاری کرتی ہے۔ یہ صورت مضاربت کے زیادہ قریب تھی بشرطیکہ نفع کا تناسب حکومت اور بانڈ ہولڈرز کے مابین طے ہو جاتا لیکن بانڈ ہولڈرز کو ایک روپے کا نقصان نہ ہونا بلکہ نمبر نکلنے کی صورت میں سو فیصد انعام کی بقین دہانی وہ مرحلہ ہے جو اسے مضاربت سے بھی نکال دیتا ہے اور قمار یا پھر اکل باطل کے قریب کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ پانچ فیصد خوش نصیبوں کو ملنے والا کھوں یا کروڑوں کا انعام بقیہ پچانوے فیصد کی سرمایہ کاری کا مر ہون منت ہوتا ہے لیکن شاید قسمت کی دیوی ان پر مہربان نہیں ہوتی۔

پرائز بانڈ کی اسکیم کے بارے میں اسلامی مشاورتی کو نسل نے ۱۹۶۹ء میں یہ فیصلہ دیا کہ اس کا انعام سود ہے۔ وطن عزیز کے سب سے بڑے اجتہادی ادارے اسلامی نظریاتی کو نسل نے ۱۹۸۳ء میں اس فیصلے کو برقرار رکھا اور مراسلہ نمبر ۷ (۲۳) ۸۳ آرسی آئی آئی، یہ سفارش کی کہ جلد از جلد اس اسکیم کو ختم کیا جائے مگر افسوس کہ کو نسل کی اس سفارش پر تاحال عمل نہ کیا جاسکا۔<sup>(۱)</sup> مجمع الفقہ الاسلامی نے تمکات کی بابت استفتاء میں پرائز بانڈ میں سرمایہ کاری کو حرام قرار دیا اور اس کی وجہ سود اور قمار بتائی۔<sup>(۲)</sup>

(۱) دیکھئے اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ ۱۹۸۳ء، ص ۱۷۱۔

(۲) دیکھئے مجمع الفقہ الاسلامی کا فیصلہ منعقدہ اجلاس بتاریخ ۱۷ اکتوبر ۲۳ شعبان ۱۴۳۰ھ

درج بالا بحث سے اکثر مکاتب فکر اور علماء پاکستان کے نزدیک پرائز بانڈ کا انعام ناجائز ثابت ہوا اور جہاں تک مجوزین کے دلائل ہیں تو وہ محل نظر ہیں جیسا کہ گذشتہ بحث میں ذکر کیا گیا۔ اس لیے جو چیز شک میں ڈال رہی ہوا سے تو پہنچنا بہتر ہوتا ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

((دُخْ مَا يَرِيُّكَ إِلَى مَا لَا يَرِيُّكَ))<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: جو چیز تمہیں تردد میں ڈالے اسے چھوڑ کر بغیر تردود والی چیز اختیار کرو۔

اسی میں قوموں کی فلاح ہے۔ روزی جائز اور حلال ذریعوں سے کمائی چاہیے۔ حرام و شک و بشے کی کمائی سے اجتناب ہر مسلمان پر لازم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: اور اپنے مالوں کو ناجائز طور پر مت کھاؤ۔<sup>(۲)</sup> ایکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے اسلام کے اصول یہ سامنے رکھتے ہوئے اس کے مقابل پیش کئے جائیں تاکہ وہ لوگ جن کے پاس فاضل رقم ہوتی ہیں انہیں کام میں لا کر فائدہ اٹھایا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم ذیل کی سطور میں تمسکات کے چند مقابل پیش کر رہے ہیں:

**پرائز بانڈ کی مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری:**

سود پر مبنی تمسکات مثلاً پرائز بانڈ کا بہترین مقابل مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری ہے کہ ان سے حاصل ہونے والی رقم کو نفع اور نقصان کی بنیاد پر شریعت سے ہم آہنگ جگہوں پر سرمایہ کاری میں لگایا جائے مثال کے طور پر تین ماہ اور چھ ماہ کی میعاد پر بانڈز جاری کئے جائیں۔ شرح منافع حکومت اور بانڈ ہولڈرز کے مابین پہلے سے طے ہو جس میں تجویز یہ ہے کہ حکومت اپنی شرح منافع کو کم رکھے تاکہ عوام کو زیادہ سے زیادہ نفع دیا سکے پھر اسے حلال کاروبار میں لگایا جائے۔ جو نفع ہو وہ بانڈز کے حاملین میں تقسیم کیا جائے اور اگر نقصان ہو تو اسے اولاً نفع سے پورا کیا جائے اور اگر نفع رہے تو پھر اس کی زد میں اصل سرمایہ یعنی بانڈز کی رقم بھی آئے گی۔

### صکوک کا اجرا

صکوک سے مراد مساوی مالیت کے ایسے سرٹیفیکیٹس ہیں جو ٹھوس اثاثہ جات، انکے حق استعمال، خدمات یا کسی مخصوص منصوبے کے اثاثہ جات اور سرمایہ کاری پر مبنی سرگرمی میں غیر منقسمانہ ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔<sup>(۳)</sup>

(۱) بخاری، محمد بن اسحاق، صحیح بخاری، باب تفسیر المشجعات، حدیث: ۵۳/۳، ۲۰۵۲:

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲/۱۸۸

(۳) Accounting & Organization for Islamic Financial Institutions, Bahrain, 2008, p.307

صکوک روایتی بانڈر اور شیئرز سے مختلف ہیں۔ شیئر کی ملکیت کسی کمپنی میں غیر محدود مدت کیلئے ہوتی ہے جبکہ صکوک ایک طے شدہ مدت کیلئے ہوتے ہیں جن کی پشت پر اثاثہ جات کی بنیاد ہوتی ہے۔ یوں یہ ایک مخصوص عرصے کیلئے اثاثہ جات میں حق ملکیت رکھتے ہیں جن سے حاصل ہونے والا نفع بھی ان حاملین صکوک کا ہوتا ہے اور نقصان کے ذمہ دار بھی یہی ہوتے ہیں۔ اسی کی دھائی میں روایتی بینکوں نے غیر سودی بینکاری کے عنوان سے نڈیمپنچر زکان غم البدل، حصہ داری کے میعادی سرٹیفیکیٹس متعارف کروائے تھے۔ اسلامی نظریاتی کو نسل نے ان پر شدید تنقید کی اور انہیں سودی تمکات کا چوبہ قرار دیا۔ کو نسل نے صدر پاکستان کو بینکوں کے اس غلط طریق کارسے بھی آگاہ کیا اور مکمل طور پر اپنے تجویز کردہ طریقے کو اپنانے کی تلقین کی۔<sup>(۱)</sup> دو دہائیاں قبل یہ خیال کیا جاتا تھا کہ طویل المدت منصوبہ جات کیلئے صرف شرائی بنیادوں پر صکوک جاری کئے جاسکتے ہیں مگر عصر حاضر میں دین پر منتج ہونے والے (اجارہ) موڑ میں بھی صکوک کی اجازت ممکن ہوئی ہے۔ اسلامی مالیاتی نظام میں دو طرح کے (متبدل اور مقررہ آمدن) طریق ہائے تمویل پائے جاتے ہیں اسی طرح صکوک بھی ہر دو طرح کے ہو سکتے ہیں اس لئے کہ صکوک کی بنیاد بھی انہی طریق ہائے تمویل پر ہے۔<sup>(۲)</sup> ہم ذیل میں ہر دو طرح کے صکوک کا تذکرہ مختصر اکر رہے ہیں۔

### مضاربہ صکوک

- ۱۔ کسی بھی منصوبے میں فائنانسنگ اور عوام کی شرآفت بڑھانے کیلئے مضاربہ کی بنیاد پر مضاربہ صکوک جاری کئے جاتے ہیں۔ جاری کرنے والا ادارہ مضارب جبکہ خریدار صکوک کی حد تک اور ان کے تناسب کی بقدر مطلوبہ منصوبے میں اثاثہ جات کا مالک ہوتا ہے۔ منصوبے سے حاصل ہونے والا نفع انہی حاملین صکوک کو ملتا ہے اور نقصان کی صورت میں یہ خسارہ بھی برداشت کرتے ہیں اگر منافع اور محفوظ (Reserves) خسارے کو برداشت نہ کر سکیں۔
- ۲۔ مضاربہ صکوک کا معاهدہ پر اسپکش کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔ جس میں نفع کا تناسب سرمائے کی نوعیت سمیت دیگر امور کی وضاحت ضروری ہے۔

- ۳۔ حاملین صکوک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ثانوی بازار میں اپنے صکوک فروخت کر سکتے ہیں۔ صکوک کی قیمت کا تعین اس وقت کے کاروباری حالات پر ہو گا (اگر کاروبار میں منافع کا رجحان ہو تو صکوک کی قیمت بڑھ جائے گی، نقصان کی صورت میں کم ہو گی) مفتی تعنیٰ حنظہ اللہ اس موقع پر ایک فقہی مسئلے کو بیان کرتے ہیں کہ

(۱) دیکھئے اسلامی نظریاتی کو نسل کی ریپورٹ ۱۹۸۲-۱۹۸۳ء، ص: ۲۲۰-۲۲۳

(۲) محمد ایوب، اسلامی مالیات، رفاه سٹرائر آف اسلام بزرگ، رفاه یونیورسٹی اسلام آباد، سیکشن اے ۱۵، ص: ۵۱۳

- اگر مضاربہ صکوک اپنی قیمت اسمیہ (Face value) سے زیادہ پر فروخت ہو تو یہ زیادہ قیمت منافع ہے جس میں صکوک ہولڈ راویر کمپنی (مضاربہ) دونوں شریک ہیں لہذا جو نسبت بھی منافع کی ان دونوں کے مابین طے ہے اسی نسبت سے یہ منافع تقسیم ہونا چاہئے اس کے بعد اصل رقم پر حامل صکوک کا حق ہے۔<sup>(۱)</sup>
- اگر مضاربہ سرمایہ نقد شکل میں ہو اور اس سے اٹاٹے تشكیل نہ پائے ہوں مثال کے طور پر کسی نئے پر ویجیٹ کیلئے سرمایہ اکٹھا کیا گیا ہو اور اس سے عمارت، مشینی، فرنچر وغیرہ وجود میں نہ آئے ہوں تو مضاربہ صکوک صرف فیس و ملیو پر تو بیچا جاسکتا ہے، کم یا زیادہ پر نہیں اس لئے کہ مضاربہ کا سرمایہ ابھی خالص نقدی کی شکل میں ہے اور نقدی کی بیچ نقدی کے بد لے میں برابری کی بنیاد پر تو جائز ہے، اس کے علاوہ جائز نہیں<sup>(۲)</sup>
- مضاربہ صکوک کا انتظام کرنے والی کمپنی یا اسپیشل پرپوزوھیکل (SPV) جو ساتھ اپنا سرمایہ بھی لگانا چاہے، تو اسے اس کی بھی اجازت ہے، اس مرحلے میں کمپنی کو مضاربہ کا حصہ الگ اور رب المال (Financer) کا حصہ الگ ملے گا۔<sup>(۳)</sup>

- مضارب کے لئے جائز نہیں کہ وہ پر اسپیکلیٹس میں صکوک ہولڈرز کو منافع کی رقم کی کوئی گارنٹی دے بلکہ منافع پہلے سے طے شدہ تقابل سے ہی ملے گا۔ مضارب کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ یہ گارنٹی دے کہ صکوک ہولڈرز کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ ایک عرصہ قبل اردن میں مضاربہ سریٹیکلیٹس جاری کئے گئے جن سریٹیکلیٹ کی اصل رقم (Face value) کی ضمانت وہاں کے مرکزی بینک نے دی۔ مفتی محمد تقی عثمانی نے اس پر تلقید کی اور لکھا کہ یہ ضمانت کسی بھی طرح جائز نہیں۔<sup>(۴)</sup>

### مشارکہ صکوک

اسلامی طریق ہائے تمویل میں شرکت یا مشارکہ سے مراد فریقین کے مابین ایسا معاملہ ہے جو ایجاد (Offer) اور قبول (Acceptance) کے ذریعے تکمیل پاتا ہے۔ جس میں فریقین اپنے اپنے حصے کامال مشترک طور پر تجارت میں لگاتے ہیں تاکہ انہیں منافع ہو<sup>(۵)</sup> شرکت کی دو بنیادی اقسام شرکت مفاوضہ اور شرکت العزان ہیں۔ موخر الذکر شرکت کی قسم دور حاضر میں حصہ داری پر بنی سرمایہ کاری کے لئے بہترین بنیادیں فراہم کرتی ہے اس

(۱) مفتی محمد تقی عثمانی، بحوث الفتنیۃ المعاصرۃ، وزارت الاوقاف، قطر، ص: ۲۱۷-۲۲۰

(۲) ایضاً، ص: ۲۱۷-۲۲۰

(۳) الزبیدی، ابوکبر بن علی بن محمد، الجوهرۃ علی مختصر القدری، المطبعۃ الخیریۃ، ۱۴۳۲ھ، ۱/۲۸۵، الشیخ احمد الدردری، ابوالعباس

لئے کہ اس کی شرائط نہایت لچکدار ہیں۔ طویل المیعاد اور بھاری مالیت کے منصوبوں میں مشارکہ نہایت مفید ہے جسے تمسکات (Securitization) کے اجراء کے ساتھ بآسانی عمل میں لا یا جاسکتا ہے۔ حکومتیں اور تعمیراتی کمپنیاں: موڑ ویز، ائیر پورٹس کے قیام، خدمات فراہم کرنے والے افراد اور ادارے مثلاً ہسپتال، کانگ، یونیورسٹیز، بینک اور مالیاتی ادارے: کارخانوں اور فیکٹریوں کے قیام کیلئے مشارکہ کی بنیاد پر صکوک جاری کئے جاسکتے ہیں۔ جس میں ہر سرمایہ کار کو ایک سرٹیفیکیٹ دیا جائے گا جو مطلوبہ منصوبے میں مالیت کی حد تک اتنا جات کی نمائندگی کرے گا۔ یہ مشارکہ سرٹیفیکیٹس قابل واپسی ہوں گے جنہیں بازاری قیمت پر دوبارہ حاملین صکوک سے خرید لیا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر شرکاء کے مابین یہ شرط ہو کہ ایک خاص عرصے کے بعد شرکاء کی بڑی تعداد (صکوک ہولڈرز) اپنے حصص کو اپنے دیگر شرکاء (کمپنی) کے ہاتھوں فروخت کر دیں گے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں۔ معروف ماہر معاشیات و شریعہ اسکالر محمد ایوب کے مطابق مشارکہ سرٹیفیکیٹ اپنے ڈائریکن کے لحاظ سے مضاربہ صکوک سے بھی بہتر ہیں وہ اس طرح کہ مضاربہ صکوک میں صکوک جاری کرنے والی کمپنی یا نیٹ مینیجر کی حیثیت مضارب کی ہوتی ہے جو کہ صرف منافع کا حق دار ہوتا ہے، کاروباری خسارے کی ذمہ داری اس پر نہیں ہوتی (البتہ منافع نہ ہونے کی صورت میں اس کی محنت ضائع جا سکتی ہے) جبکہ مشارکہ صکوک میں صکوک جاری کرنے والے ادارے اور صکوک ہولڈرز میں حصہ اور سماجیہ داری کا تعلق پایا جاتا ہے جس کی بناء پر وہ نفع کے ساتھ نقصان کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔<sup>(۱)</sup> لہذا نقصان میں شرکت کا ڈر کمپنی کے لئے سنجیدگی کے خطوط متعین کرتا ہے تو دوسری طرف اگر نقصان ہو تو متعدد شرکاء جب اس کو برداشت کرتے ہیں تو بڑے پیمانے پر پھیلاو کی وجہ سے اس کے اثرات کم ہو جاتے ہیں جن کا مقابلہ ہر سرمایہ کار بآسانی کر سکتا ہے۔

### فرضی کیس استدی:

حکومت پنجاب اور وفاقی حکومت راولپنڈی اسلام آباد کے مابین میٹ رو بس چلانے کا ارادہ رکھتی ہے جس کے لئے انہیں تعمیراتی کمپنیوں سے ٹینڈرز مطلوب ہیں۔ این۔ ایل۔ سی منصوبے میں اظہار دلچسپی رکھتی ہے لہذا اس نے اپنے ماہرین کو تعینات کیا ہے کہ وہ اس منصوبے کی فزیبیلیٹی رپورٹ تیار کریں۔ ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ راولپنڈی پاکستان کا چوتھا بڑا شہر ہے جس میں ۲۱۰۰۰۰ گاڑیاں ۲۵۰۰۰ مسافروں کو شہر کے مختلف مقامات پر پہنچاتی ہیں جبکہ ۱۵۳۰۰۰ اسافر ایسے ہیں جن کیلئے مزید ٹرانسپورٹ درکار ہے۔

ماہرین کا محتاط تخمینہ ہے کہ اگر میٹرو کا قیام عمل میں لا یا جائے تو ایک لاکھ کے لگ بھگ مسافر روز اس پر سفر کریں گے۔ این۔ ایل۔ سی اس روپوٹ کو بنیاد بناتے ہوئے میٹرو بس پر اجیکٹ کی تعمیر کی پیشکش کرتی ہے۔ حکومت اس کے لئے ۲۱۴۳۲ ارب روپے کا تخمینہ پیش کرتی ہے لیکن ماہرین کا اندازہ ہے کہ کل خرچ ۵۰۰ ارب سے بھی تجاوز کر جائے گا<sup>(۱)</sup>، حکومت پاکستان فنڈز کی کمی کا شکار ہے اس لئے منصوبے کی مالیت کا صرف بیس فیصد (دس ارب روپے) فراہم کرتی ہے اور بقیہ اسی فیصد (چالیس ارب) کے بندوقیت کے لئے ایک لاکھ کی مالیت کے چار لاکھ مشارکہ صکوک ۲۰ سال کی بنیادوں پر جاری کرتی ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ بیس سال کے بعد وہ انہیں مارکیٹ و بلیو پر صکوک ہو ولہ رز سے دوبارہ خرید لے گی اور اس دوران جو بھی منافع اس منصوبے سے حاصل ہو گا وہ حاملین صکوک میں ان کے تناسب سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ صکوک کا اجر، نفع نقصان کی تقسیم اور صکوک کی خرید و فروخت ایس۔ پی۔ وی کے حوالے کی جاتی ہے جو کہ پر اسپیکلش جاری کرتی ہے جس میں صکوک کی تعداد، مالیت، خرید و فروخت سمیت تمام معلومات درج ہوتی ہیں۔

ایس۔ پی۔ وی چار لاکھ صکوک فروخت کر کے اس کی رقم میٹرو بس اتحاری کو دیتی ہے جس سے منصوبے کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔ حکومت پاکستان اس منصوبے کو پندرہ (۱۵) ماہ کی قابلیت میں مکمل کر لیتی ہے جس کے بعد سروس کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔ حکومت پاکستان مسافروں کی سہولت کی خاطر پورے روٹ کا کرایہ ۲۰ روپے فی مسافر کے حساب سے طے کرتی ہے۔ چار جون، جو کہ افتتاحی تاریخ ہے، سے لیکر بارہ جون تک آٹھ لاکھ مسافر میٹرو میں سفر کرتے ہیں۔<sup>(۲)</sup>

گویا ایک لاکھ مسافر روزانہ کی بنیادوں پر میٹرو سے مستفید ہوتے ہیں (لاہور میٹرو میں یہ تعداد سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ایک لاکھ چالیس ہزار ہے<sup>(۳)</sup>) ماہنہ بنیادوں پر حساب کتاب کیا جاتا ہے۔ تمام اخراجات نکال دینے کے بعد جو رقم بچتی ہے اسے صکوک کی تعداد پر تقسیم کر کے منافع کی تقسیم عمل میں آتی ہے۔ اس سلسلے میں واضح رہے کہ حکومت پاکستان کا طبقہ کردہ کرایہ فی مسافر ۲۰ روپے ہے جبکہ میٹرو بس جیسی سہولیات کے عوض اس کرایہ کی کم از کم مقدار قریب، درمیان اور دور کے سٹاپ یا اسٹیشنز کے لئے بالترتیب تیس، پچاس اور ساٹھ روپے ہو سکتی ہے لیکن یہ زائد رقم حکومت بذات خود سبب ڈی کے ذریعے کوئی کرتی ہے جو اس کی جانب سے عطا یہ ہے تو عطا یہ کی اس رقم

(۱) Dawn, 27 September, 2014

(۲) The Patriot(daily news paper) 12 june, 2015

(۳) Iftikhar Ahmed, Is Metro Bus A Success Story, The Nation, 23, January, 2014

میں سے صکوک ہولڈرز کی شرح منافع اسی مبنیٰ کرائے کے حساب سے دی جانی چاہئے دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر حاملین صکوک کو ۲۰ روپے فی مسافر کے حساب سے نفع دیا گیا تو وہ بہت کم ہو گا اس لئے کہ حقیقی کرایہ ۲۰ روپے تک ہے لہذا انہیں اپنی سرمایہ کاری کے عوض ۶۰ روپے کے حساب سے ہی کرایہ ملنا چاہئے تاکہ اخراجات نکالنے کے بعد ایک مناسب رقم سرمایہ کاروں کو دی جاسکے۔ اس لئے کہ یہ ان کا حق ہے نہ کہ حکومت کی جانب سے عطیہ۔ البتہ حکومت مسافروں کا کرایہ بیس روپے طے کرے تو یہ اصل اور حقیقی خرچ (۲۰ روپے) سے کم (۲۰ روپے) وصول کرنا یہ حکومت کی جانب سے مسافروں کے لئے عطیہ ہے۔

### عملی مثال:

سوڈان میں بینک آف خرطوم، وزارت خزانہ اور مرکزی بینک سمیت سرکاری شعبوں کے دیگر بینکوں نے بھی مشارک کی بنیاد پر صکوک جاری کئے۔ سنٹرل بینک مشارک سرٹیفیکیٹ (CMCs) یا گورنمنٹ مشارک سرٹیفیکیٹ (GMCs) (۱) میں سرمایہ کاروں کو جاری کئے گئے جنہیں مرکزی بینک نے اپنے مارکیٹ آپریشن (۲) اور زری انتظام کیلئے ٹریشی بلزر (۳) اور دیگر سودی تمسکات کے تبادل کے طور پر استعمال کیا۔

مشارک کی بنیادوں پر تمسکات کے ذریعے وجود میں لائے گئے اثنالہ جات لیز پر دینے جاسکتے ہیں جن سے خاطر خواہ نفع کی توقع ہے۔ یوں وہ ڈینپچرز، جو سالانہ بنیادوں پر سود کا ذریعہ تھا یا پرائز بانڈ جس میں پانچ فیصد کو بھاری نفع کی توقع جبکہ ۹۵% کو محرومی کا ذر تھا، لاثری جس میں اصل رقم کے ڈوب جانے کی بھی دہشت تھی، کا بہترین تبادل اسلامی بنیادوں پر مل سکتا ہے جس میں ماہنہ، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ بنیادوں پر نفع کی بھی توقع ہے اور اکثریت کے محروم ہونے کا عدم خوف بھی بلکہ سرمایہ کاری کے اس بندوبست میں تعاون علی البر کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے کہ کوئی بھی سرمایہ کار اپنے سرمایہ سے محروم نہیں رہتا۔ اسلام نے اسی انحصار کا مودت اور محبت کی حد تک درس دیا

(۱) زر کو کنشروں کرنے کے لئے حکومتی اقدام جس میں تمسکات (Securities) کو خریدا یا فروخت کیا جاتا ہے۔ اگر حکومت زر کا پھیلاو چاہتی ہو تو تمسکات خرید لیتی ہے جس سے تمسکات حکومت جب کہ پیسہ عوام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جبکہ زر کے پھیلاو کو کم کرنے کے لئے تمسکات فروخت کر دیتی ہے جس سے تمسکات عوام جبکہ پیسہ حکومت کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔

(۲) امریکی حکومت کی جانب سے فراہم کردہ مختصر المیعاد قرضے کی دستاویز جس میں سرمایہ کار رعایتی نرخ پر یہ دستاویز خرید تاہے اور میعاد پچھلی پر اسے زیادہ رقم ادا کی جاتی ہے۔ خرید اور فروخت کی درمیانی مدت کے عوض اضافے سود ہوتا ہے۔

(۳) ایضاً

ہے جس میں دنیوی فلاح بھی ہے اور اخروی نجات بھی۔ پھر اس بندوبست کو کیوں نہ اختیار کیا جائے جس میں اتنی خوبیاں ہوں اور اس نظام کو کیوں نہ ترک جائے جو مفاسد سے بھرپور ہو۔

